رسائل و مسائل

اجتہاد و قیاس

ترجمان القرآن میں بعض دفعہ ایسی چیزیں آجاتی ہیں جن کی بظاہر قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں ہوتی' صرف اجتہاد اور قیاس ہوتا ہے۔ دو ایک چیزیں میں بطور مثال لکھ رہا ہوں: کسی صاحب نے اعضا وغیرہ کا عطیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پیشاب اور خون سے قرآنی آیات لکھی جاسکتی ہیں (مارچ ۹۵)۔ایک سوال کے جواب میں مولانا عبدالمالک صاحب نے بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ میر ولی الدین صاحب نے لکھا ہے جب کوئی روضہ رسولؐ پر حاضر ہوتا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو' اس کے آنے' کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے (اپریل ۹۵)۔حالانکہ یہ عقیدہ کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔

۱۔ قرآن و حدیث کے معنی اور مفہوم سمجھنے' ان سے اپنے مسائل کے لیے احکام نکالنے کا نام ہی اجتہاد اور قیاس ہے۔اگر یہ اجتہاد اور قیاس' قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق ہی ہو' تو یہ بھی دین کا ایک ماخذ ہے اور اس کی یہ حیثیت تمام ائمہ اور علما نے تسلیم کی ہے بشمول امام احمد بن حنبل' امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے۔قیاس و اجتہاد تو ہر عالم کرتا ہے' اس سے پرہیز کیا جائے تو سارے دینی علوم دریا میں غرق کر دینا ہوں گے۔

ترجمان میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔لیکن قرآن و سنت کا مطلب کیا ہے' منشائے الٰہی کیا ہے' اس کو سمجھنے میں علما کے درمیان حضورؐ کے زمانے سے اختلاف چلا آرہا ہے۔

۲۔ قرآن میں خود لکھا ہے کہ مضطر کے لیے سور کا گوشت' مردار' اور خون جیسی حرام چیزیں کھانے کی اجازت ہے۔ آدمی مجبور ہو تو کلمہ کفر بھی کہنا جائز ہے۔ اگر قرآن کی یہ باتیں قرآن کے خلاف نہیں تو اعضا کے سلسلے میں جن عالم نے وہ بات کہی جو آپ نے لکھی ہے وہ کیسے خلاف قرآن ہو سکتی

ہے۔ہاں' یہ حق کسی عالم کو پہنچتا ہے کہ کہے کہ یہ رائے غلط ہے۔

۳۔ علما نے لکھا ہے کہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے پڑھ لینی چاہیے۔اگر بدعت اور گناہ پر امام کو ہٹانا شروع کر دیں گے تو کوئی باقی نہ بچے گا۔اتباع سنت پر کسی فرقے کا اجارہ نہیں ہے۔کوئی کسی کے نزدیک بدعتی ہے توکوئی کسی کے نزدیک مشرک۔

۴۔ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ جب آدمی حضورؐ کی قبر پر آتا ہے تو حضورؐ کو اس کا علم ہوتا ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے' دیا جاتا ہے' اور اس کا سلام حضورؐ تک پہنچتا ہے۔

میرے جیسے لوگ' جن کے پاس علم کم ہے' ان کو ان بحثوں اور مسائل میں الجھنا ہی نہیں چاہیے۔کسی مسلمان کی تکفیر و تفسیق نہیں کرنا چاہیے۔ہر مسجد میں نماز پڑھ لینا چاہیے' اور خود اس چیز پر عمل کرنا چاہیے جو ایسا عالم بتائے جس پر انھیں اعتماد ہو۔ (خرم مراد)

حنفی نماز

ہمارے گاؤں کے تمام افراد حنفی نماز ادا کرتے ہیں۔ایک اہل حدیث ہیں' ان کا کہنا ہے کہ حنفی نماز بالکل غلط ہے۔مثلاً حدیث ہے کہ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے چاہییں اور رفع یدین کرنا چاہیے جب کہ حنفی نہیں کرتے۔جب بھی ہم جماعت کی دعوت دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کی تو نماز ہی صحیح نہیں۔اگر حنفی نماز صحیح ہے تو قرآن و حدیث سے سند تحریر کریں۔ہاتھ باندھنے' رفع یدین کے بغیر نماز اور آمین سری کے متعلق احادیث مع حوالہ لکھیں تاکہ انھیں مطمئن کیا جاسکے۔

امتِ مسلمہ کی اکثریت نماز پڑھنے میں اس طریقے کی پیروی کرتی ہے جو امام ابوُ حنیفہ اور ان کے متبعین نے طریق محمدی کی روایات سے مستنبط کیا ہے۔اسی طرح دوسرے اماموں نے جو طریقے مستنبط کیے ہیں وہ بھی طریق محمدی کی روایات سے کیے ہیں۔ان کے درمیان معمولی سے اختلافات ہیں' مثلاً: مالکی اور جعفری ہاتھ چھوڑ کر پڑھتے ہیں۔حنفی اور مالکی ایک دفعہ رفع یدین کرتے ہیں' کچھ اور مالکی اور دیگر لوگ' کوئی دو دفعہ' کوئی تین دفعہ' کوئی چار دفعہ رفع یدین کرتے ہیں۔اہل حدیث سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں (بروایت بخاری)' حنفی ناف پر (بروایت ترمذی)

بخاری کی کتاب تو رسول اللہؐ کے دو سو سال بعد مرتب ہوئی' نماز پہلے دن سے پڑھی جارہی ہے۔ایک دن بھی' ان دو سو سالوں میں ایسا نہیں گزرا جب مسلمان دنیا کے گوشے گوشے میں نماز نہ پڑھ رہے ہوں اور سب کے طریقوں میں اختلاف تھا' اس لیے کہ روایات میں اختلاف تھا۔روایات میں اس لیے اختلاف تھا کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہؐ کو انھی مختلف طریقوں پر عمل کرتے دیکھا جو

انھوں نے آگے تعلیم دیے۔

حنفی نماز کی اصطلاح ہی غلط ہے ' آپ اسے کیوں قبول کرتے ہیں۔ پھر تو کوئی مالکی نماز ہوگی ' کوئی شافعی ' کوئی حنبلی ' کوئی بخاری۔ نماز ایک ہی ہے ' طریقوں میں معمولی اختلافات ہیں۔

جب کوئی آپ کو طعنہ دے کہ آپ کی نماز صحیح نہیں ' آپ اس تلاش میں لگ جائیں کہ ایک ایک چیز کے لیے آپ احادیث اور روایات جمع کریں تو اس سے زیادہ فضول اور لاحاصل مشغلہ کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن و حدیث سے استنباط کا علم ' آپ کے معترضین کے پاس ہے نہ آپ کے۔ ۱۴سو سال سے اگر امت ایک طریقے پر متفق نہیں ہو سکی تو اب کیسے ہوگی۔ عہد نبوی ﷺ سے یہی طریقہ چلا آرہا ہے کہ سب اپنے علم و فہم کے مطابق عمل کرتے ' دوسرے کو غلط نہ کہتے۔ اس سے زیادہ کبر کیا ہو سکتا ہے کہ کہا جائے: آدھی سے زیادہ امت کی ۱۴سو سال سے نمازیں ہی نہیں ہوئیں۔ ویسے علمائے احناف نے حنفی طریقے کے حق میں ساری احادیث جمع کر دی ہیں۔ لیکن میرے خیال میں آپ کو اس قضیے سے بچنا چاہیے۔ (خ - م)

توحید اور اصلاحِ عقائد

> ایک خالص دینی جماعت کا اولین اور بنیادی کام شرک و بدعت کے خلاف دائمی طور پر سرگرم اور متحرک ہونا ہے یعنی اصلاح عقائد اس کا اولین فرض ہے اور اس کے بغیر کسی تنظیم کو دینی جماعت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔
>
> مولانا مودودی مرحوم نے توحید کو اچھی طرح سمجھا اور سمجھانے کی کوشش بھی کی لیکن مشرکانہ عقائد کے خلاف سرگرم جدوجہد کی راہ ترک کر دی یہاں تک کہ مشرکانہ عقائد کے علم بردار لیڈروں کے پیچھے نماز ادا کرنے کو درست کہا اور حکمت تبلیغ اور تفرقہ بازی سے اجتناب کے نام پر تبلیغ توحید کا کام بند کرا دیا۔ جماعت اسلامی کو چاہیے کہ اصلاح عقائد پر بھرپور توجہ دے۔ موحد بن کر ہی کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

مسلمان امت میں ایک دینی جماعت کا سب سے مقدم اور بنیادی کام اسلام سے وابستگی کا احیا ' تذکار نعمت ہدایت (اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ) ' اللہ کے ساتھ ایفائے عہد کی دعوت (اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ) ' خشیت و خوف الٰہی کی دعوت (اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ اور اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ) ' قول و فعل کے تضاد سے بچنے کی نصیحت ' اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کی سعی ' اور صبر و صلوٰۃ کی تلقین اور آخرت کی تیاری کی تذکیر ہے۔ اس میں جہاں ' جس حد تک ضروری ہو عقائد کی اصلاح بھی۔ جو پہلے سے مسلمان ہوں ' اور توحید کے مدعی ' ان کی اصلاح کے لیے سارا اور مقدم زور صرف شرک و بدعت کے خلاف لگانا دعوت

کی قرآنی حکمت اور اسلوب کے مطابق نہیں۔ اسلام سے وابستگی اور احساس نعمت ہدایت کے سہارے ہی عقائد کی اصلاح ہونا چاہیے اور ممکن ہے۔ ورنہ مناظرہ بازی اور تکفیر و تضلیل و تفسیق کے لاحاصل کام میں امت پارا پارا ہو جائے گی' حاصل کچھ نہ ہو گا۔

"جو ہمارے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ ہم میں سے ہے"۔ اس اصول کو ملحوظ رکھ کر امت مسلمہ کی اصلاح و احیا کا کام ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی کہانی قرآن میں پڑھ لیجیے' تمام اصول و رموز آپ پر آشکار ہو جائیں گے۔

جماعت اسلامی اس راہ پر گامزن ہے۔ اس سے عقیدہ توحید کی صحت' اور شرک و بدعت کے استیصال کی راہ بنے گی۔ (خ - م)

قطع رحمی کی گنجایش

ونخلع ونترک من یفجرک کی عملی تشریح ایک داعی کے لیے کیا ہے۔ اسلام میں قطع رحمی کی گنجایش کن حالات میں ہے۔؟

نخلع و نترک ایک دعا ہے' اس کے عملی انطباق کی تفصیلات قرآن و سنت کی نصوص اور نبی کریم ؐ اور صحابہ ؓ کے عمل سے متعین ہوں گی۔

فاسق و فاجر مسلمان تو پھر مسلمان ہے' کافر و مشرک لوگوں سے تعلقات کے بارے میں بھی قطع رحمی اور ترک تعلق کی ہدایت نہیں کی گئی۔ قطع رحمی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ قرآن مجید نے یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ اور یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ کو دو بالکل بنیادی متضاد صفات کے طور پر بیان کیا ہے جو جنت یا دوزخ کا مستحق بناتی ہیں۔ کافر و مشرک والدین اگر شرک پر زور دیں تو صرف اس معاملے میں ان کی اطاعت نہ کرنے کا حکم ہے' اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں معروف کے مطابق حسن سلوک کرنے کا حکم ہے (سورۃ لقمان)۔ مکہ میں ہجر جمیل کی ہدایت کی گئی' یعنی خوبصورتی سے' بغیر کسی بدنما صورت کے' الگ رہو۔ یعنی دل کا تعلق نہ رکھو۔ سورۃ ممتحنہ کی آیت واضح ہے جن لوگوں نے گھر بدر نہیں کیا' قتال نہیں کیا' ان کے ساتھ بر (نیکی اور وفا) اور قسط کا برتاؤ کرو۔

مسلمان فاسق و فاجر ہو تو بھی مسلمان ہے۔ کافر کے بارے میں جو احکامات ہیں' مسلمان کم سے کم ان کا وہ بدرجہ اتم مستحق ہے۔ لیکن مسلمان سے کینہ نہ رکھنا' مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال ترک نہ کرنا' (اور یہ نہیں بیان کیا کہ یہ لازماً صالح اور متقی مسلمان ہو)' اس کی حمایت و نصرت کرنا' اس کی ستر پوشی کرنا --- یہ سب قرآن و سنت کے احکام ہیں۔ (خ - م)

وسوسوں سے چھٹکارا

میں ایک وسوسوں کا مارا ہوا انسان ہوں، جس خیال کو میں برا سمجھ کر رد کرتا ہوں، وہ بار بار آجاتا ہے۔ کبھی نہایت مختصر عرصے کے لیے دل کو ایمان سے لبریز پاتا ہوں لیکن پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ پریشان ہوں، کہیں میرے دل پر مہر تو نہیں لگا دی گئی۔ دوستوں کو دیکھتا ہوں کہ کتنے اطمینان سے ہیں تو دل مزید بجھ سا جاتا ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ وسوسوں پر پکڑ نہیں، یہ ایمان کی نشانی ہیں۔ ان کی طرف دھیان نہیں دینا چاہیے۔ میرے بارے میں قرآن و سنت کا کیا حکم ہے۔ کیا میں کبھی ان وسوسوں سے چھٹکارا پا سکوں گا؟

آپ کو ہر بات کا علم ہے، اور صحیح علم ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ وسوسے ایمان کی نشانی ہیں۔ وسوسوں پر آپ کو پریشانی اور اضطراب ہے، یہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ چیز ہے۔ وسوسوں سے چھٹکارا یا نجات ممکن نہیں۔ ایک یہی اختیار تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا ہے۔ عمل پر کوئی آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ سوال کہ کیا مجھے کبھی چھٹکارا ملے گا، لایعنی سوال ہے۔ جواب ہے کہ 'نہیں۔

ہر چیز کی ایک غذا ہوتی ہے جس سے وہ قوی ہوتی ہے اور اس کی نشو و نما ہوتی ہے، جس طرح انسان کی کھانے پینے سے، درخت کی پانی کھاد سے۔ وسوسوں کی غذا ہے توجہ اور اس کی پروا اور اس کے بارے میں سوچنا۔ آپ کوئی توجہ نہ کریں، لاپروا ہو جائیں، ان کے بارے میں نہ سوچیں، وہ خود اپنی موت مر جائیں گے۔ جتنا آپ نکالنے کی کوشش کریں گے وہ قوی ہوں گے۔ اس لیے کہ آپ کی توجہ اس پر ہوگی۔ اس لیے علاج یہ ہے کہ آپ بالکل کوئی دوسری چیز سوچنا شروع کر دیں۔ توجہ خود بخود ہٹ جائے گی۔ وسوسہ مر جائے گا یا اس وقت کے لیے فرار ہو جائے گا۔

اللہ کو یاد کریں، اعوذ باللہ پڑھیں، اس کے احسانات اور اس سے ملاقات کو یاد کرنا شروع کر دیں، اپنے کو کسی کام میں لگا دیں۔ بے فکر ہو کر عمل کرتے رہیں۔ اللہ بھلا کرے گا۔ (خ-م)

کہاں کا قصد کیا ـــ چل پڑے کہاں کے لیے

۱۔ آپ کے خیال میں قیام پاکستان کے کیا مقاصد تھے؟
۲۔ کیا آج کا پاکستان، کل کے خواب کی تعبیر ہے؟
۳۔ موجودہ حالات کے تناظر میں، پاکستان کے مستقبل کے بارے میں آپ کیا پیش گوئی کر سکتے ہیں؟ مستقبل کو تابناک بنانے کے لیے کیا تدابیر ہو سکتی ہیں؟

۱۔ قیام پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ ہندو پاکستان کے سارے کے سارے مسلمان ایک اقلیت کی

حیثیت سے اکثریت کے عددی تہذیبی' سیاسی اور معاشی غلبے کے تسلط سے بچ سکیں ۔ بعض علاقوں میں وہ اکثریت میں ہیں ۔ اکثریت کے علاقے میں ان کی آزاد و خود مختار حکومت قائم ہو اور وہاں وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تشکیل و تعمیر قرآن و سنت کی تعلیمات و احکامات کے مطابق کر سکیں ۔

۲۔ آج کا پاکستان اکثریت کے غلبے سے نجات کی حد تک ' اور دستوری و قانونی اور رسمی طور پر اجتماعی زندگی کی تشکیل کی حد تک درج بالا مقاصد کا آئینہ دار ہے ۔ اکثریت کے تہذیبی' سیاسی اور معاشی غلبے سے نجات مل گئی اور معاشی و تعلیمی لحاظ سے وہ حاصل ہو گیا جو ایک اقلیت کے طور پر حاصل ہو سکتا تھا ۔ دستور بھی اسلام کے مطابق بن گیا اور ریاست کی حیثیت اور سمت بھی اسلامی متعین ہو گئی ۔

لیکن جہاں تک حقیقتاً ایک مسلمان معاشرہ بننے اور اچھے انسان اور مسلمان بننے کے خواب کا تعلق ہے ' تو موجودہ پاکستان کسی طرح بھی ہمارے خوابوں کی تعبیر نہیں ۔

۳۔ مستقبل کا انحصار تو قوم پر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے ۔ بعض قومیں فساد و طغیانی کا شکار ہو کر ' مقصد و مدعا سے محروم ہو کر ' بنی اسرائیل کی طرح ذلت و مسکنت کا شکار ہو جاتی ہیں ۔ اس وقت جو رنگ ڈھنگ ہیں ان کے پیش نظر یہ مستقبل بھی بالکل بعید از قیاس نہیں ۔ لیکن بعض دفعہ صحرا نوردی کے بعد ایک نئی نسل اٹھتی ہے اور ارض موعودہ حاصل کر لیتی ہے ۔ بعض قومیں ' قوم یونس کی طرح ' عین ہلاکت سر پر پہنچنے کے بعد اپنا قبلہ اور سمت درست کر لیتی ہیں اور ہلاکت سے نجات پا جاتی ہیں ۔ قوموں کا معاملہ بھی افراد کی طرح گردش روزگار کی طرح کسی جبریت کا شکار نہیں ۔ اس لیے اس کے مستقبل کی پیشن گوئی ممکن نہیں ۔

مستقبل کی تابناکی کا تو ایک ہی نسخہ ہے : ایمان ' تقویٰ ' استغفار ۔

(اسلامی جمعیت طالبات کے رسالے پکار کے ایک سروے کے جواب میں (خ - م) ۔